82

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا

(فرمودہ ۱۴ ؍مئی ۱۹۲۰ء)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

"مَیں نے پچھلے جمعہ بیان کیا تھا کہ کس طرح دُنیا کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتفاق کا ذریعہ ایک ہی ہے جب لوگ ایک چیز پر جمع ہوتے ہیں۔ توان لوگوں کی نسبت جو کسی چیز پر جمع نہیں ہوتے ان میں زیادہ اتفاق و اتحاد ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ جتنا تعلق زیادہ قریب کا ہو۔ اتنا ہی زیادہ آپس میں محبت اور تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً ایک باپ کی اولاد میں زیادہ محبت ہوگی۔ بہ نسبت ایک دادا کی اولاد ہونے کے۔ اور ایک دادا کی اولاد میں زیادہ محبت ہوگی بہ نسبت ایک پردادا کی اولاد کے۔ اور پھر اسی طرح یہ تعلق وسیع اور کم مؤثر ہوتا جائے گا۔

مَیں نے بتایا تھا کہ قرآن کریم نے اس نکتہ کو پیش کیا ہے۔ اور بجائے اتحاد و اتفاق کا حکم دینے کے یہ کہا ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا (اٰل عمران: ۱۰۴) کہ تم سب ایک چیز سے تعلق پیدا کرو۔ اور اسی حکم میں قیام اتفاق و اتحاد کا طریق بھی بتا دیا۔ دوسرے مذاہب کی طرح محض اتفاق کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ساتھ طور و طریق بھی بتا دیا۔

آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ اصل جو ایک چیز پر جمع ہوں۔ ان میں زیادہ محبت و تعلق ہوتا ہے یہ کیا ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں جس رسہ کے پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ وہ ایسا رسہ نہیں۔ جیسے سوت وغیرہ کے رسے ہوتے ہیں۔ اس میں ہمیں سوت اور سن کے رسہ کی طرف متوجہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہمیں ایسے رستے کے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو اپنے اندر ہزاروں تعلیمیں رکھتا ہے۔ جب ایک خاندان کے لوگوں کو کہیں کہ وہ رستہ پکڑیں۔ تو مجموعی حالت میں اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس ایک رسہ کو جو مختلف ذرات سے بنا ہوا ہے۔ پکڑ لو۔ لیکن ایک ایسی چیز کے پکڑنے کا حکم جو نہ صرف ایک چیز ہو بلکہ اپنے اندر ایسی بہت سی

باتیں رکھتی ہو جن میں سے ہر ایک کو پکڑنا چاہیئے۔ تو اس کی مختلف حالت ہے یہ محض نام کا بھی ایک اثر ہوتا ہے مثلاً ہندوستانی ہندوستانی ہونے کی وجہ سے جتھا کرتے ہیں۔ انگریز انگریز ہونے کی وجہ سے۔ یہ بھی اشتراک کہلاتا ہے۔ اور یہ ایک فطری امر ہے۔ جو کسی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ فطرت کا وہی قاعدہ یہاں کام کرتا ہے۔ جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ لیکن جب تعلیم کا سوال ہو۔ تو صرف یہ کہدینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر عامل اور اس کا پابند ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگرچہ تعلیم کے متعلق بھی یہ بات ہوتی ہے۔ مثلاً جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ ان میں بھی ایک جتھا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھ لو جب لوگ گاڑی میں چڑھتے ہیں۔ تو مسلمان مسلمانوں سے مانوس ہونگے۔ اور ہندو۔ ہندوؤں سے۔ اس معاملہ میں اتحاد نظر آجاتا ہے لیکن حبل اللہ کے پکڑنے میں ایک دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اس میں ایسی تعلیمات ہیں جو اتحاد کی طرف راجع ہیں۔ سُوت کے رستے کو پکڑنا صرف ظاہری اتحاد کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ لیکن قرآن کا پکڑنا باطنی حالت کو بھی درست بنانے کی ضرورت جتاتا ہے۔

اَب مَیں اس تفصیل کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ باطنی اتحاد کے لیے کونسی تعلیمات ہیں جن کے ذریعہ قرآن کریم اتفاق پیدا کرتا ہے۔ پہلا اتفاق نام کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا تعلیم کے ذریعہ۔ اس حصّہ مضمون کے بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ہر ایک مشکل کے حل کے لیے دو طرح غور کیا جاتا ہے۔ اوّل اس طرح کہ جس چیز کے باعث نقص پیدا ہو اور وہ کسی امر میں روک ہو۔ اس کو دُور کر دیا جائے۔ تاکہ وہ روک رستہ میں حائل ہی نہ ہو۔ لیکن یہ علاج مکمل علاج نہیں۔ بلکہ مکمل اس وقت ہوگا کہ اگر یہ بھی معلوم کر لیا جائے کہ اگر وہ نقص پیدا ہو جائے۔ تو اس کو کس طرح دور کیا جائے اس حصّہ کے ملنے کے ساتھ علاج مکمل ہوتا ہے۔ صحت انسانی ہی کے متعلق اگر ہم دیکھیں۔ تو ہم اس طب کو مکمل نہیں کہیں گے جو صرف بیماری کے آنے سے بچاتے۔ بلکہ طب کامل وہی ہوگی۔ جو یہ بھی بتائے کہ جب بیماری پیدا ہو جائے۔ تو اس کے دفع کرنے کا یہ طریق ہے۔

اسی طرح اتحاد کے متعلق بھی انہی باتوں کی ضرورت ہے۔ اوّل تو یہ کہ ایسے طریق ہوں۔ جن پر چل کر اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔ لیکن اگر نااتفاقی پیدا ہو جائے۔ تو اس کو دُور کرنے کے لیے فلاں فلاں طریق ہیں۔ جب یہ دونوں حصے ہوں تو پھر اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوگی۔

ہم دُنیا میں غور کرتے ہیں کہ نام میں جمع ہونے کے لیے کسی خاص کتاب کے ماننے والوں کی تخصیص نہیں۔ بلکہ ہر ایک شخص جو ایک کتاب کو ماننے والا ہے۔ وہ دوسرے کے ساتھ جو اس کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایک حد تک متفق ہوگا۔ اس میں قرآنِ کریم کی تخصیص نہیں۔ قرآن کو ماننے والے آپس میں

نام کے لحاظ سے متحد ہونگے۔ اور انجیل کو ماننے والے آپس میں۔ وید کے پیرو آپس میں۔ گویا اس ذریعہ سے بھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اعتصام بحبل اللہ کے لیے دونوں اصولوں کو لیا ہے حفظ ماتقدم بھی بتایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر نااتفاقی ان حفظ ماتقدم کے احکام پر عمل نہ کرنے سے یا تھوڑا عمل کرنے سے پیدا ہو جائے۔ تو اس کے دفعیہ کا کیا علاج ہے۔

اَب مَیں سب سے پہلے اس اصل کو لیتا ہوں جس کے اختیار کرنے سے اختلاف پیدا ہی نہیں ہوتا اور پھر بتاؤں گا کہ اگر ہو جائے۔ تو اسے کس طرح دُور کرنا چاہیئے۔

پہلی بات جو قرآن کریم بیان کرتا ہے یہ ہے کہ انسان مان لے کہ اختلاف کبھی مٹ نہیں سکتا۔ یہ پہلا گُر ہے اختلاف سے بچنے کا۔ بظاہر لوگ یہ سُنکر حیران ہونگے۔ کہ اتحاد کے قیام کے لیے یہ بات کیسے ضروری ہوسکتی ہے کہ یہ خیال کر لیا جائے کہ اختلاف نہیں مٹ سکتا۔ لیکن درحقیقت بات یہی ہے اور قرآن کریم نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس بات کو نہ ماننے ہی کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بار بار بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر چیز میں اختلاف نظر آتا ہے۔ حتّٰی کہ مومنوں میں بھی اختلاف ہے اور انبیاء میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرہ: ۲۵۴) کہ یہ رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ اور فضیلت ایک ایسا امر ہے۔ جو بغیر اختلاف کے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ فضیلت ایک چیز کو دوسری پر اسی وقت ہوگی جب ان میں اختلاف ہوگا۔ پس اس طرح نبیوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ ایک زیادہ کامل ہوتا ہے ایک کم۔

مَیں نے ایک دفعہ لکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بزرگ اس حد کمال کو نہیں پہنچا جس پر پہنچ کر نبوت حاصل ہوتی ہے۔ اس پر بہت ہنسی اُڑائی گئی کہ گویا مرزا صاحب سے پہلے سب لوگ ناقص الایمان تھے، لیکن نادانوں نے نہ سمجھا۔ اس میں نقص کا سوال نہیں۔ بلکہ یہاں یہ بات ہے، کہ باوجود کامل ہونے کے پھر بھی جو اوپر کا درجہ ہے۔ اس کے لیے ایک اور کمال ہونا چاہیئے۔ مسئلہ فضیلت ہی کو لو۔ حضرت موسیٰ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے۔ مگر حضرت موسیٰ ناقص نبی نہ تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ کچھ نہ کچھ کمی ضرور تھی۔ تبھی نبی کریم جن میں یہ کمی نہ تھی حضرت موسیٰؑ سے افضل ٹھہرے۔ یہ ایک نسبتی امر ہے۔ اگر الوہیت کو مدِّنظر رکھا جائے۔ تو رسول کریم ناقص تھے اور آپ میں کوئی بات بھی الوہیت کی نہ تھی۔ اس طرح بجز خدا کی ذات کے۔ کمی کامل سے کامل میں بھی ہوتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے۔ ایک بڑا ہوتا ہے اور ایک اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔

ایک اچھا ہوتا ہے۔ ایک بہت اچھا ہوتا ہے اور اسی طرح ایمان کے بھی درجے ہوتے ہیں۔ اور مومن کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ بعض بہت اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اور بعض اعلیٰ ہوتے ہیں۔ پھر نہ صرف انبیاء و مومنین میں ہی تفاوت درجہ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت ہوتی ہے، بلکہ کفار میں بھی مختلف درجات ہوتے ہیں کوئی بڑا ہوتا ہے۔ کوئی چھوٹا اور ایک کفار ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الفرقان: ۴۵) پھر اور چیزوں کے متعلق فرمایا۔ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا (فاطر: ۲۸) پھر اس اختلاف کو ہر چیز کی حالت میں بتلاتا اور دکھلاتا ہے۔ مثلاً پھلوں ہی کو دیکھو کچے پکے کے اختلاف کو چھوڑ کر دیکھو کہ بعض میٹھے ہوتے ہیں۔ بعض تُرش۔ پھر زمینیں ہوتی ہیں۔ ان کی مختلف استعدادیں ہوتی ہیں بعض کی پیداوار اچھی ہوتی ہے بعض کی اچھی نہیں ہوتی۔ پھر انسانوں اور زمین اور زمینی چیزوں ہی میں یہ اختلاف نہیں۔ بلکہ ملائکہ تک میں ہے بعض درجہ کے لحاظ سے چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں غرض نبیوں کے درجہ میں اختلاف مومن و کافر میں اختلاف۔ منافقوں کی حالت میں اختلاف۔ جانوروں میں۔ پرندوں چرندوں درندوں میں اختلاف پھر نباتات جمادات میں اختلاف موجود ہے۔ کوئی ایک چیز نظر نہیں آتی۔ جو اس اختلاف سے بری ہو۔ اور اس اختلاف کو قرآن کریم تسلیم کرتا ہے اور اس کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ ہماری طرف سے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (بنی اسرائیل: ۲۲) اور اَلْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ (الاعراف: ۹) ہر ایک کے وزن دوسرے کے وزن سے الگ ہونگے۔ پھر اس کو قائم کرتا ہے اور فرماتا۔ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ - (المائدہ: ۱۰۲) کہ قرآن کے نزول کے زمانہ میں زیادہ سوال نہ کر کیونکہ اگر سب باتیں بیان کر دی جائیں۔ تو پھر تمہیں ایک حد تک اختلاف کا موقع نہ رہے گا۔ ہم نے ایک حد تک بتا دیا اور باقی کو تمہیں پر چھوڑ دیا۔ اس طرح گویا کہ اختلاف کے قیام پر زور دیا۔ پس اختلاف ہے اور ضروری ہے، لیکن جو اس اختلاف کو مٹانا چاہتا ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے۔ کیونکہ یہ تو مٹ نہیں سکتا اور اس کا رہنا ضروری ہے۔ اس طرح گویا بے اتفاقی پیدا ہوتی ہے۔

یہ بہت بڑا گڑھ ہے۔ اب میں اس کے متعلق بتاتا ہوں کہ جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اختلاف رہے گا۔ تبھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ غور کرو۔ اگر اختلاف نہ ہوتا۔ سب کا ایک رنگ ہوتا۔ سب کی ایک خواہش اور سب کے ایک ہی جذبات ہوتے تو سب کا ایک ہی پیشہ ہوتا۔ دنیا کسی قسم کی ترقی نہ کر سکتی۔ سائنس کی ترقی اختلاف کا نتیجہ ہے۔ جب آکسیجن اور نائٹروجن جو دونوں مختلف چیزیں ہیں نہ ملتیں تو پانی کہاں سے آتا۔ کیونکہ یہ دونوں جو مختلف ہیں۔ ملیں تو پانی بنے۔ آگ نہ ہو۔ یا پانی نہ ہو۔ سردی یا گرمی نہ ہو تو فصلوں کا تیار ہونا کس طرح ہو اور یہ اختلاف ہی بتاتا ہے کہ لوگوں کی طبائع میں اختلاف رکھا گیا ہے

اور اسی سے لوگ مختلف چیزوں کو حاصل کرتے ہیں۔ اور مختلف پیشوں میں لگتے ہیں۔ اگر اختلاف نہ ہوتا۔ تو لوگ ایک ہی پیشہ کے پیچھے لگے رہتے۔ اور دنیا ان تمام اشیاء سے محروم رہ جاتی۔ پھر علوم کیسے پیدا اور مدوّن ہوتے جبکہ سب کا ایک ہی میلان اور ایک خیال ہوتا اِس سے ثابت ہوا کہ اختلاف ضروری ہے۔

پس جب تک مختلف اشیاء کی مختلف حالتیں نہ ہوتیں۔ اس وقت تک کسی قسم کی ترقی نہ ہوتی۔ ترقی کے لیے اختلاف ضروری ہے۔ اگر اختلاف کو مٹا دیا جائے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ دُنیا کی ترقیات کو مٹا دیا جائے اصل میں فساد پڑتا ہی تب ہے، جب اختلاف کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ترقی کے راستے میں روکیں کھڑی ہو جاتی ہیں، لیکن اشیاء متقابل تب ہی کھڑی ہوتی ہیں۔ جب ان کے رستہ میں روک ہوتی ہے۔ جب بوائلر پھٹتے ہیں۔ تو ان کی گیس کے نکلنے کے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ جو اس قسم کا اتفاق کرتا ہے اور فساد کو مٹاتا ہے۔ وہی فساد کو بڑھاتا ہے۔ اس نکتہ کے نہ سمجھنے کی وجہ نااتفاقی ہوتی ہے۔ دوستوں کا اتفاق کس طرح ہوتا ہے؟ اسی طرح کہ ان میں اختلاف ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے دوست سے اتفاق کے لیے اس اختلاف کو مٹائے۔ اور چاہے کہ جیسا لباس میں پہنتا ہوں۔ وہ پہنے، جو خوراک میں کھاتا ہوں وہ کھائے۔ جو پڑھتا ہوں وہ پڑھے۔ جو لکھتا ہوں وہ لکھے اور جس طرح پڑھتا اور جس طرح لکھتا ہوں۔ اس طرح پڑھے اور لکھے۔ اور جب چلوں چلے۔ اور جہاں جاؤں جائے۔ اور جب بیٹھوں اور جس طرح بیٹھوں۔ بیٹھے اور جب لیٹوں لیٹے۔ اور جب سوؤں سوئے۔ اور جب جاگوں جاگے تو تم ہی خیال کرو۔ کیا اس اختلاف کے مٹانے سے ان میں اتحاد ایک دن بھی رہ سکتا ہے۔ ایسا شخص جس سے یہ توقع رکھی جائیگی۔ ایک ہی دن میں گھبرا جائیگا اور کہے گا کہ میں تیرا کوئی بندر ہوں کہ تیرے اشاروں پر ناچوں۔ پس ان میں اتحاد کب رہ سکتا ہے۔ اسی وقت جب جائز اختلاف کو رہنے دیا جائے اور جب اختلاف کو ہر رنگ میں مٹانے کی کوشش کی جائیگی۔ اسی وقت اختلاف ہوگا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ اختلاف تب ہوتا ہے۔ جب اختلاف کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اگر مان لیا جائے کہ اختلاف ہو سکتا ہے۔ تو پھر آپس میں اختلاف نہیں ہوگا، لیکن یہ حالت ہو کہ ایک کہے تبلیغی جلسہ کب ہو اور کہاں ہو۔ اور دوسرا اس کا مخالف ہو۔ اور پہلا اپنے خیال پر مصر رہے۔ اور دوسرا اپنے پر۔ اب ظاہر ہے کہ اس سے اختلاف بڑھے گا، لیکن اگر ایک شخص اصرار چھوڑ دے۔ تو پھر اختلاف نہیں ہو سکتا۔

یہ ظاہر ہے کہ دونوں کی حالتیں مختلف ہیں۔ دونوں کی عقلیں مختلف ہیں۔ مگر جب دونوں اپنی بات پہ مصر رہتے ہیں۔ اور اس صورت میں اختلاف کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح کبھی

نہیں مٹ سکتا، لیکن اگر ایک اپنی جگہ سے اس وقت ہٹ جاتے۔ اور پھر نرمی سے سمجھاتے۔ تو اختلاف مٹ سکتا ہے۔ گھر میں میاں بیوی کے تعلقات ہوتے ہیں۔ دونوں کے مزاج میں اختلاف ہے۔ ایک مکان میاں کو پسند ہے۔ بیوی کو نہیں۔ اب بیوی کہے کہ ہم تو یہاں نہیں رہتے۔ یا بیوی کو ایک لباس پسند ہے اور میاں کو نہیں۔ پھر اختلاف ہوگا اگر دونوں یہ چاہیں کہ ایک کے خلاف دوسرا نہ ہو۔ اور ایک دوسرے کی پسند کو پسند کرے تو اختلاف بڑھے گا۔ مگر اگر باوجود پسندیدگی کے وہ سمجھ لیں کہ یہ اختلاف ہوتا ہی ہے تو پھر ناراضگی کی کوئی بات نہیں رہے گی۔ مگر مفید اختلاف ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً انبیاء آتے ہیں۔ جو انبیاء کی بعثت پر اختلاف ہوتا ہے۔ نادان لوگ انہیں مطعون کیا کرتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ وہ اختلاف ضروری ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ اختلاف جو ہے وہ حق پر ہے کہ ناحق پر۔ اگر حق پر۔ تو ہونا چاہیئے اگر ناحق پر تو کوئی پرواہ نہیں کرنا چاہیئے۔ دیکھو مرض اور دوا کا اختلاف حق ہے۔ ایک مریض ہے۔ اس کی مرض کو توڑنے کے لیے دوائی دی جائیگی۔ اور یہ ایک اختلاف ہے۔ لیکن یہ جائز ہے۔ اس کا نام تفرقہ ڈالنا نہیں، بلکہ یہ تو تفرقہ مٹانا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر زندگی محال ہے، لیکن اب اس بات کی ضرورت ہے کہ تفرقہ واتحاد کی حد بندی کی جائے تاکہ معلوم ہوجائے کہ کہاں تک تفرقہ رہے تو مضر نہیں۔ اور اگر اس سے بڑھے تو مضر ہوگا۔ کیونکہ نیکی کے کام بھی اگر حد کے اندر نہ ہوں تو بُرے ہوجاتے ہیں۔ نماز اچھا کام ہے، لیکن سُورج کے نکلتے وقت منع ہے۔ عید کے دن شیطان روزہ رکھتا ہے۔ خرچ کرنا اچھا ہے۔ لیکن جو لوگ حالت کو مدّنظر رکھ کر خرچ نہیں کرتے اور بے دریغ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں ان کو قرآن اخوان الشیاطین کہتا ہے۔ بعض حالتوں میں اختلاف کا مٹانا ہی اختلاف ڈالنا ہوتا ہے اور قرآن کریم نے بتا دیا کہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے۔ تو فساد کا موجب ہوتا ہے اور یہ غلطی ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ حالت و مزاج کو مدّنظر رکھو۔ اخلاق و عادت کا خیال رکھو۔ جب یہ ہوگا تو اختلاف مٹ جائے گا۔ اور جب یہ خیال کیا جائیگا کہ یہ اختلاف رہنا ضروری ہے۔ اور خدا کی طرف سے پیدا کیا گیا ہے۔ تو کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ اور اس اختلاف کا مٹانا اسی اتحاد کو توڑتا ہے۔ آج مَیں اسی حصہ پر بیان ختم کرتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو اگلے جمعہ آئندہ حصہ پر بیان کرونگا۔"

(الفضل ۳ ؍جون ۱۹۲۰ء)